ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Published by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

ریاستِ مدینہ میں فتنۂ نفاق اور نبوی حکمتِ عملی: ایک تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ

The Menace of Hypocrisy and Prophetic Statecraft in the State of Madinah: An Analytical Study

Dr. Bacha Rehman*
Assistant Professor, Dept of Muslim History, Govt, Degree Boys College Jangal Shah Keamari Karachi. Email of corresponding author: bacharehman1974@gmail.com.pk

Dr. Adnan Malik
Chairman & Associate Professor of Department of Islamic Studies, Government College University of Hyderabad. Email:dradnan.malik@gcuh.edu.pk

Dr. Abubakar Baloch
Assistant Professor Govt. Degree College Murad Memon.
Email:balochabubakar@gmail.com.pk

Received: 25/9/2026 **Peer-reviewed:** 15/10/2026
Accepted: 19/10/2026 **Published online:** 24/10/2026
Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/article/view/4993

Abstract:
Following the Hijrah (migration) of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) to Madinah and the establishment of the nascent Islamic state, internal opposition surfaced in the form of organized hypocrisy (Nifaq). This subversive faction, predominantly originating from the influential local Arab tribes of Banu Aws and Banu Khazraj, intensified its covert and overt machinations particularly after the decisive Muslim victory at the Battle of Badr (2 AH). Led by ‘Abdullah ibn Ubayy ibn Salul—frequently designated as the Chief of the Hypocrites (Ra’s al-Munafiqin)—this group posed persistent threats to Madinah’s socio-political cohesion and defense apparatus. This study investigates the strategic, psychological, and social tactics employed by the hypocrites to undermine the burgeoning polity. Furthermore, it critically analyzes the Prophetic statecraft utilized to neutralize their dissent—highlighting the Prophet’s (PBUH) strategic patience, diplomatic deterrence, legal restraint, and socio-political containment. Through a qualitative analytical approach, this paper demonstrates how prophetic leadership preserved internal order and community integrity without inciting civil fragmentation.

Keywords: State of Madinah, Hypocrisy, Prophetic Statecraft, ‘Abdullah ibn Ubayy, Islamic Political Thought

تعارف:

اسلام میں نفاق کی ابتداء رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ہوئی اور منافقین کا گروہ اس وقت وجود میں آیا جب مدینہ کی ریاست کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ غزوہ بدر (2ھ) میں اسلام کے غالب آنے کے بعد یہ ناپاک گروہ (منافقین) قائم ہوا۔ اس طرح ان (منافقین) کی ایک جمعیت مدینہ میں مدینہ کے گرد و نواح قائم ہو گئی اس گروہ منافقین کا نسبی تعلق مدینہ کے عرب قبائل بنو اوس و بنو خزرج سے قائم تھا جس کا سربراہ عبداللہ بن اُبَیّ الخزرجی تھا اور تاریخ اسلام میں یہ رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہوا۔ ریاست مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی منافقین کی مخالفانہ سرگرمیوں کا آغاز ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تیزی آتی گئی اور مسلمانوں کے خلاف ہر مہم میں یہ گروہ شامل ہوتا تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا کہ اسلام مخالفانہ سرگرمیوں میں منافقین کا کردار انتہائی فعال تھا۔

پس منظر:

مدینہ کا پرانا نام یثرب تھا اور یہ نام حضرت نوحؑ کی نسل میں ایک فرد کا تھا اور اسی کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا طوفان نوح کے بعد انہی کا ایک قبیلہ عبیل (جو عمالیق میں سے تھا) یہاں آکر آباد ہوا یہی علاقہ یثرب کہلایا۔ کیونکہ روایات کے مطابق یثرب کے ابتدائی باشندے تین بڑے قبیلے تھے ان میں عمالیق، یہود اور اوس و خزرج شامل تھے، ان میں سے عمالیق نے یثرب کی بنیاد رکھی اور یہ سام بن نوح کی نسل سے تھے۔[1] مدینہ آرامی زبان کے لفظ (Madinta) سے مشتق ہے جس کے معنی عملداری میں شامل علاقہ کے ہے۔ مگر عام طور پر یہ لفظ بستی یا قریہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مدینہ کا علاقہ زرخیز اور شاداب ہونے کے ساتھ اس کی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے اور یہاں پانی وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ یمن اور شام کے درمیان کی قدیم تجارتی شاہراہ یہاں سے گزرتی تھی۔ قریش مکہ کے کارواں یہی سے گزرتے تھے۔ جوف مدینہ میں پانچ زرخیز وادیاں تھیں جس کے ساتھ چھوٹی چھوٹی بستیوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ بستیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر واقع تھیں اور بستیوں کے اس مجموعہ کو یثرب کہا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو انھوں نے اپنا علیحدہ شہر بسایا۔[2] یہی شہر جہاں آپ ﷺ نے قیام فرمایا یہ مدینۃ الرسول ﷺ "رسول کا شہر" کے نام سے مشہور ہوا اور آہستہ آہستہ یثرب کی طرح اس کا اطلاق تمام آبادیوں اور قریوں پر ہونے لگا۔ بعد ازاں یہ نام مختصر ہو کر مدینہ مشہور ہو گیا۔[3] مدینہ مختلف اقوام کی آماجگاہ رہا ہے ہر نئے آنے والے نے دوسروں کو دھکیل دیا یا پھر زیر کر کے مدینہ پر قابض ہو جاتے تھے تاہم قوی گمان یہ ہے کہ یہاں بنو عمالقہ نے مستقل سکونت اختیار کر کے ایک قصبہ کی داغ بیل ڈالی ہو اور عمالقہ کے بعد بنو جرہم اور بنو عبیل وغیرہ کے قبیلے آباد رہے ہوں اور عہد رسالت ﷺ میں انہی کی نسل مدینہ میں آباد رہی ہو۔[4]

---

[1] مجاہد، عبدالمالک، تاریخ مدینہ منورہ، نظر ثانی، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری) ریاض: شعبہ تصنیف و تالیف دارالسلام، سن ندارد) ص ۱۵۔۱۸۔

[2] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، مدینہ کی قدیم تاریخ، محمد اسلم ملک، ج ۲ (لاہور: ادارہ فروغ اُردو، دسمبر ۱۹۸۲ء، ش م ۱۳۰) ص ۴22۔

[3] نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ، ج ۱ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد) ص ۱۶۰۔

[4] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، مدینہ کی قدیم تاریخ، محمد اسلم ملک، ج ۲ (لاہور: ادارہ فروغ اُردو، دسمبر ۱۹۸۲ء، ش م ۱۳۰) ص 424۔

یہ قدیم شہر مکہ سے تقریباً تین سو میل شمال کی جانب قافلوں کی گزر گاہ کے سنگم پر واقع تھا، اس وجہ سے اہل مکہ بھی اس شہر کی اہمیت سے اچھی طرح سے واقف تھے۔ نسلی اور ثقافتی اعتبار سے مدینہ کی آبادی ملی جلی تھی، نصف آبادی بت پرست عرب قبائل پر اور باقی آبادی یہود پر مشتمل تھی، معاشرہ بنیادی طور پر قبائلی تھا، مدینہ کے بت پرست قبائل مشرکین مکہ کی طرح ہٹ دھرم اور جاہل نہ تھے بلکہ ایک عرصہ یہود کے ساتھ رہنے کی وجہ سے الہامی مذہب سے بہتر طور سے واقف تھے۔ مدینہ کے بت پرستوں اور یہود نے ایک دوسرے کے اثرات کو قبول کر لیا تھا۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین بڑے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے اور ساتھ ہی مدینہ کی معیشت پر یہودیوں کا مکمل کنٹرول تھا تاہم مدینہ کے عرب قبائل میں اوس و خزرج زیادہ بااختیار تھے۔ [5]

گروہ منافقین کا ریاست مدینہ میں کردار:

علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں کہ "عام خیال یہ ہے کہ اسلام جب تک مکہ میں تھا مصائب گوناگوں کا آماجگاہ تھا مدینہ میں آکر اس (اسلام) کی تکالیف دور ہوئیں مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ مکہ میں جو مصیبتیں اگرچہ سخت مگر تنہا اور منفرد تھیں تاہم مدینہ آنے کے بعد وہ مصیبتیں متعدد اور گوناگوں بن گئیں۔ مکہ میں کُل ایک قوم آباد تھی جبکہ مدینہ میں انصار (اوس و خزرج) کے ساتھ ساتھ یہود بھی تھے جو انصار سے بالکل مختلف اور ان کے حریف (مقابل) تھے اس پر ایک تیسری قسم (منافقین) کا اضافہ ہوا۔ یہ تیسرا گروپ مار آستین ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک تھا۔ مکہ اگر قابو میں آجاتا تو حرم کی وسعت اثر کی وجہ سے تمام عرب کی گردنیں خم ہو جاتیں لیکن مدینہ کا اثر چار دیواری تک محدود تھا"۔ [6]

قاضی محمد سلیمان لکھتے ہیں کہ "مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور اکثریت کا مذہب بھی بت پرستی تھا جبکہ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا وہاں بت پرست کے ساتھ محدود تعداد میں عیسائی بھی آباد تھے اس کے علاوہ یہودی بھی یہاں آباد تھے اور یہودیوں کے کئی زبردست قبائل جن میں بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ قابل ذکر تھے جو اپنے الگ الگ قلعوں میں رہا کرتے تھے یہ تجارت اور سود خوری کی بدولت بہت مالدار تھے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص عبد اللہ بن اُبیّ تھا۔ قبیلہ اوس و خزرج پر اس کا رعب و دبدبہ تھا، اس کو توقع تھی کہ ان طاقتور قبائل کی مدد سے مدینہ کی سب سے اعلیٰ و ممتاز طاقتور شخصیت وہ بن جائے گا جب اس نے دیکھا کہ قبیلہ اوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر مسلمانوں سے مل گیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہود رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہو گئے تو اس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے اور مسلمان قبائل (اوس و خزرج) بھی بدستور زیر اقتدار رہیں اس لیے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور اوس و خزرج کے سامنے ان کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا اور چونکہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا اس لیے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا تھا اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافقین رکھا"۔ [7]

[5] کرمانی، ضیاء الدین، ابدی پیغام کے آخری پیغمبر، مترجم، سید اختر حسین ہاشمی (کراچی: امر پروسس لیاقت آباد، طبع اول دسمبر ۱۹۸۴ء) ص ۱۲۲، ۱۲۱۔

[6] نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص 304-305۔

[7] منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ اللعالمین، ج ۱ (کراچی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سن ندارد) ص ۱۱۳-۱۱۴۔

۱۔ قریش مکہ کی جانب سے عبد اللہ بن اُبَیّ کے نام مکتوب

مدینہ اب تک بیرونی خطرات سے بالکل مطمئن تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ ہونے سے اس کو قریش کی غیظ وغضب کا تاراج بنادیا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مدینہ آمد کے چند دن بعد قریش مکہ نے عبد اللہ بن اُبَیّ کو مکتوب لکھا جس کے الفاظ یہ تھے "تم نے ہمارے آدمی (رسول اللہ ﷺ) کو اپنے ہاں پناہ دی ہے ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کریں گے اور تم کو فنا کرکے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے"۔[8] بالفاظ دیگر "تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرالیا ہے اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کردیں گے تمہارے جوانوں کو قتل کردیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے"۔[9]

عبد اللہ بن اُبیّ اور اس کے رفقاء تاحال بت پرستی پر تھے اس مکتوب کے آنے پر عبد اللہ بن اُبَیّ اور اس کے رفقاء نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا جس کی اطلاع آپ ﷺ کو بھی مل گئی تو آپ ﷺ خود عبد اللہ بن اُبیّ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکیوں میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات سے انکار کردو گے کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کرو گے اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑتا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا"۔[10] رسول اللہ ﷺ کی یہ تقریر ان کو ایسی دل نشین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہوگیا کیونکہ انصار کی اکثریت مسلمان ہوچکی تھی اس لیے عبد اللہ بن اُبَیّ اس نکتہ کو سمجھ گیا اور قریش کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔[11]

قریش مکہ کا یہ دھمکی آمیز مکتوب ہجرت مدینہ کے پہلے سال (اھ) کا واقعہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے کتنے ماہ بعد یہ مکتوب بھیجا گیا اس کی کوئی وضاحت نہیں ملتی۔ لیکن عبد اللہ بن اُبَیّ کو یہ مکتوب ملتے ہی اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر جنگ کا ارادہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ مکتوب منشور مدینہ کی تدوین سے پہلے بھیجا گیا تھا ورنہ عبد اللہ بن اُبَیّ میں اتنی اخلاقی جرات نہیں تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کرتا۔

۲۔ منشور مدینہ (اھ):

قریش مکہ کی جانب سے عبد اللہ بن اُبَیّ کو بھیجے گئے مکتوب کے بعد اور مستقبل میں پیش آنے والے بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لیے منشور مدینہ کی تدوین عمل میں آئی جس کو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے دنیا کا پہلا بین الاقوامی دستور کا نام دیا۔[12] بعض مغربی مؤرخین نے میگنا کارٹا کو پہلا بین الاقوامی منشور قرار دیا ہے حالانکہ میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء جبکہ میثاق مدینہ ۶۲۲ء میں تحریر ہوا اور دونوں معاہدوں

[8] نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ، ج ا، ص 305۔

[9] منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ اللعالمین، ج ا، ص ۱۱۸۔

[10] ایضاً، ج ا، ص ۱۱۸۔

[11] نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ، ج ا، ص 306۔

[12] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، مترجم، خالد پرویز (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۰۶ء) ص ۴۴۔

کے طے ہونے کے درمیان تقریباً چھ سو سال کا واضح فرق موجود ہے۔[13] منشور مدینہ میں مدینہ کے مسلمانوں (مہاجرین و انصار) یہود و نصاریٰ کے علاوہ مدینہ کے مشرکین بھی شامل تھے۔

مدینہ کے مشرکین میں دو طرح کے لوگ شامل تھے، مشرکین کی پہلی قسم میں قبیلہ اوس کی چار شاخیں جن میں بنو اُمیہ بن زید، بنو خطمہ، بنو وائل اور بنو واقف شامل تھے جو اپنے ایک معزز شخص ابو قیس صیفی بن الاسلت جو کہ ان کا شاعر اور قائد بھی تھا اس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے رُکے رہے اور خود ابو قیس بھی اسلام سے رُکا رہا اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو بھی منع کیا حتیٰ کہ غزوہ بدر سے غزوہ خندق کا زمانہ بھی گزر گیا۔[14] یہ خالصتاً مشرکین تھے ان میں سے کوئی منافق نہیں تھا۔ جبکہ دوسری قسم میں وہ مشرکین شامل ہیں جو اوس و خزرج دونوں قبائل میں سے تھے ان مشرکین کا قائد قبیلہ خزرج کا رئیس عبداللہ بن اُبیّ تھا مشرکین کے اس گروہ میں اوس و خزرج کی ہر ایک شاخ سے کسی میں ایک، کسی میں دو اور کسی میں تین یا چند اشخاص شامل تھے۔ مشرکین کا یہی (ثانی الذکر) گروہ آگے چل کر منافقین کہلایا۔ اس گروہ نے اپنے اسلام کا اظہار غزوہ بدر کے بعد کیا تھا۔

منشور مدینہ میں بحثیت فریق مشرکین (اول الذکر خالص مشرکین اور ثانی الذکر منافقین) بھی شامل تھے جس کا ذکر منشور مدینہ کے ابتدائیہ (Preamble) میں واضح طور پر کیا گیا "یہ نوشتہ (تحریر) محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کے نبی ہیں قریش اور اہل یثرب کے مومنین و مسلمین، اطاعت گزاروں اور ان لوگوں کے جو ان کے تابع ہوں گے ان کے مابین ہے اور ان کے ساتھ شامل ہو کر جہاد میں حصہ لیں۔"[15]

ابتدائیہ (Preamble) میں الفاظ "اور اطاعت گزاروں اور ان لوگوں کے جو ان کے تابع ہوں" سے مراد مدینہ کے تمام یہود قبائل، نصاریٰ (عیسائی) اور مشرکین ہیں۔ منشور ہذا کی بعض دفعات مشترکہ ذمہ داری سے متعلق تھیں یعنی مسلمان (مہاجرین و انصار) یہود قبائل، نصاریٰ اور مشرکین چاروں پر اطلاق پذیر تھیں اور چند ایک دفعات خصوصاً مشرکین پر قابل اطلاق تھیں۔ مشرکین کے سلسلے میں حسب ذیل دفعات قابل ذکر ہیں۔

دفعہ ۱۳

منشور مدینہ کی دفعہ ۱۳ میں تحریر ہے کہ "ہر متقی اور پرہیز گار شخص اس شخص کی مخالفت کے لیے تیار رہے گا جو سرکشی کرے، ظلم وزیادتی کا راستہ اختیار کرے یا اہل ایمان میں فساد پھیلانے کا مرتکب ہو تمام لوگ ایسے شخص کے خلاف متحد ہو کر اُٹھیں گے چاہے وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو"[16]

---

[13] شاہین، علی محمد، تاریخ اسلام (کراچی: مکتبہ فریدی وفاقی اُردو کالج، ۲۰۰۰ء) ص ۱۲۵۔

[14] ابن ہشام، عبدالملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم، مولوی قطب الدین احمد محمودی (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۵ء) ج ۱، ص 513-514۔

[15] ایضاً، ج ۱، ص ۵۸۶۔

[16] ایضاً، ج ۱، ص ۵۸۸۔

اس دفعہ کو غالباً اس مکتوب (خط) کو مدنظر رکھ کر شامل کیا گیا جو قریش مکہ کی جانب سے عبداللہ بن اُبیَ کو لکھا گیا تھا تاکہ بیرونی خطرہ خصوصاً قریش مکہ کی شہ پر آئندہ کے لیے ریاست مدینہ کے اندرون کوئی شخص چاہے وہ کوئی بھی ہو سرکشی یا فساد پھیلانے سے گریز کرے۔ اسی بناء پر آگے چل کر عبداللہ بن اُبیَ قریش مکہ کے معاملے میں غیر جانبدار نظر آتا ہے۔

دفعہ ۱۴

منشور مدینہ کی دفعہ ۱۴ کے مطابق کوئی اہل ایمان کسی کافر کی خاطر کسی مومن کو قتل نہ کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔[17] اس دفعہ میں ریاست مدینہ کے مسلمانوں کو فوجداری معاملات میں مشرکین کی حمایت کرنے سے منع کیا گیا۔ یعنی کسی مشرک کی خاطر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی نہیں کرے گا۔

دفعہ ۲۱

منشور مدینہ کی دفعہ ۲۱ میں وضاحت کی گئی ہے کہ "اور کوئی مشرک قریش کے جان ومال کو پناہ نہ دے گا اور نہ ہی کسی مومن کے لیے اس معاملے میں رکاوٹ بنے گا"۔[18] اس دفعہ کے تحت مشرکین مدینہ پر پابندی عائد کی گئی کہ وہ قریش مکہ کے اشخاص اور ان کے قافلوں (مال) کو پناہ دینا یا ان کی حفاظت نہیں کریں گے اور اگر کوئی مسلمان ایسی جانی پناہ اور مالی حفاظت کی مخالفت کرے تو اس کے خلاف کوئی مشرک رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش مکہ کے تجارتی قافلے مدینہ کے قریب سے گزر کر شام جایا کرتے تھے اور راستے میں قرب وجوار کے رہزن بدو قبائل کی تجارتی قافلوں پر یلغار کا خطرہ لگا رہتا تھا چونکہ قریش مکہ بت پرست تھے اور فطری طور یہ ممکن تھا کہ مدینہ کے مشرکین اپنے ہم مذہب ہونے کی وجہ سے قریش مکہ کے لوگوں اور ان کے قافلوں کو جائے پناہ وحفاظت مہیا کرسکتے تھے چونکہ منافقین کا گروہ تاحال بت پرستی پر قائم تھا اور اس کے علاوہ قبیلہ اوس کے چار مشرک قبائل کی جانب سے بھی اس بات کا امکان تھا۔ اس دفعہ کے ذریعے تمام مشرکین (بشمول منافقین) کو قریش مکہ کے معاملے میں مکمل غیر جانبدار بنا دیا گیا۔

دفعہ ۴۸

منشور مدینہ کی دفعہ ۴۸ کے مطابق مدینہ پر اگر کوئی بھی گروہ حملہ آور ہو تو فریقین کو ایک دوسرے کی مدد کرنی ہوگی۔[19]
منشور مدینہ کی یہ دفعہ مشترکہ ذمہ داری سے متعلق تھی کہ اگر مدینہ پر کسی دشمن کی فوج حملہ آور ہو جائے تو اس صورت میں منشور ہذا میں شامل تمام فریقین جن کا ذکر ابتدائیہ میں کیا گیا، وہ تمام ایک دوسرے کی مدد کریں گے یعنی ریاست مدینہ کی حفاظت کے لیے تمام گروہوں کو پابند کیا گیا۔

ڈاکٹر نثار احمد رقمطراز ہیں کہ "یہود کی طرح منافقین کے گروہ پر بھی منشور مدینہ کا احترام سخت شاق گزرتا تھا چنانچہ انہوں نے بھی یہود کی طرح اس منشور کو پامال کرتے ہوئے قریش مکہ سے تعلقات استوار کئے ان کے لیے جاسوسی کے فرائض انجام دیئے اور

[17] ایضاً۔

[18] ایضاً، ج۱، ص۵۸۹۔

[19] ایضاً، ج۱، ص۵۹۳۔

انہیں فتح کی اُمید دلا کر مسلمانوں پر فوج کشی کے لیے اُبھارا گویا یہ کہنا چاہیے کہ منافقین ہر آن اور ہر لمحہ محض اپنے ذاتی و مادی مفادات کی ہی پرستش کرتے رہے"۔[20]

۳۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ کی وفات پر نکتہ چینی:

مدینہ کے انصاری صحابی حضرت اسعد بن زرارہؓ کی وفات پر یہود اور منافقین (جو تا حال مشرک تھے) نے شدید تنقید کی تھی، ابن ہشام کے بقول کہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے دوران اسعد بن زرارہؓ ذبحہ (خناق) یا شہقہ (کالی کھانسی) کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ کی موت یہودیوں اور منافقین کے لیے مصیبت کا باعث بن گئی وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ شخص (محمد ﷺ) اللہ کا نبی ہوتا تو اس کا ساتھی اور دوست (ابو امامہ) اس طرح مرنہ جاتا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت میں نہ اپنی ذات کے لیے کچھ دخل رکھتا ہوں اور نہ اپنے ساتھی اور دوست کے لیے"۔[21]
ہجرت کے بعد غالباً یہ پہلا موقع (واقعہ) تھا جس پر منافقین نے اپنے نفاق کا اظہار کیا۔

۴۔ غزوہ بدر (رمضان، ۲ھ)

رسول اللہ ﷺ اور اہل قریش کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ غزوہ بدر ہے، یہ معرکہ ۱۷ رمضان، ۲ھ کو بدر کے مقام پر پیش آیا مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی قیادت رسول اللہ ﷺ کر رہے تھے جبکہ علم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت خباب بن منذرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ تھے۔ مشرکین مکہ کی کل تعداد ایک ہزار پر مشتمل تھی اور قیادت عتبہ بن ربیعہ کر رہے تھے جبکہ علم بردار ابو عزیز بن عمیر، نضر بن حارث اور طلحہ بن ابو طلحہ تھے۔ اس جنگ میں مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مشرکین کے ۷۰ افراد مارے گئے جبکہ ۷۰ قیدی بنائے گئے۔ غزوہ بدر میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے جن میں ۶ مہاجرین اور ۸ انصار سے تھے۔ اس معرکے نے قریش کی طاقت اور پوزیشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور کفر کے بڑے سرغنہ کا خاتمہ ہوا قرآن نے اس معرکے کو یوم الفرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی جنگ قرار دیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں قیام کے ابتدائی دور میں منافقین کا یہ اعتراض تھا کہ آپ ﷺ پر ایسی کوئی سورہ کیوں نازل نہیں ہوئی جس میں جنگ و جہاد کا صریح حکم ہو لیکن جب ان کا مطلوبہ حکم واقعی نازل ہو گیا تو ان کے ہوش اُڑ گئے اور میدان جنگ سے جی چرانے لگے۔[22]
غزوہ بدر کے موقع پر منافقین میں سے کسی ایک نے بھی شرکت نہیں کی تھی۔ یہ لوگ اس وقت مشرک تھے اور تاحال اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم منشور مدینہ کی دفعہ ۴۸ کے تحت مشرک ہوتے ہوئے بطور فریق مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے تھی مگر انہوں نے اس موقع پر غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ ابن کثیر رقمطراز ہے کہ "عبداللہ بن اُبیّ جس نے کہا تھا کہ غزوہ بدر میں شریک ہونے کے لیے جو مدینہ سے نکلے گا وہ وہاں کے رذیلوں میں سے ہو گا"۔[23]

[20] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج۵، ص۱۶۹۔

[21] ابن ہشام، عبدالملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم، مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج۱، ص۵۹۷۔

[22] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج۵، ص۱۷۰۔

[23] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم، پروفیسر کوکب شادانی، ج۳ (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۷ء) ص۱۵۸۔

جب مسلمان غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں جنگ ہوئی تو اس دوران یہود اور منافقین نے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے مدینہ میں ہلچل برپا کر رکھی تھی یہاں تک کہ افواہ اُڑا رکھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔[24]

بعد از فتح افواہ (۲ھ)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مکمل ہو چکی تھی تو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو جلد از جلد خوشخبری دینے کے لیے دو قاصد روانہ فرمائے ایک حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جنہیں بالائی مدینہ کے باشندوں کے پاس بھیجا گیا اور دوسرے حضرت زید بن حارثہؓ جنہیں زیریں مدینہ کے باشندوں کے پاس بھیجا گیا تھا چنانچہ جب ایک منافق نے حضرت زید بن حارثہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصواء پر سوار آتے دیکھا تو بول پڑا "واقعی محمد قتل کر دیئے گئے ہیں دیکھو یہ تو انہیں کی اونٹنی ہے ہم اسے پہچانتے ہیں اور یہ حضرت زید بن حارثہؓ ہے شکست کھا کر بھاگا ہے اور اس قدر مرعوب ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے"۔[25] بہر حال جب دونوں قاصد پہنچے تو مسلمانوں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے تفصیلات لینے لگے حتی کہ یقین آ گیا کہ مسلمان فتح یاب ہوئے ہیں۔[26]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو فتح بدر کی خوشخبری سُنائی تو منافقین اور یہود کو یقین نہ آیا ، ایک منافق نے حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر انصاریؓ (نائب مدینہ) کی موجودگی میں کہا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے جب ہی تو حضرت زید بن حارثہؓ انہی کی اونٹنی پر آیا ہے اور حالت وحشت میں جانے کیا کہہ رہا ہے گویا یہ واقعہ اصحاب الفیل جیسا ہے جس میں اللہ نے ابابیلوں کے ذریعے ہاتھیوں کی فوج کو تہس نہس کرا دیا تھا، منافق کی اس بات پر حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے حضرت اُسامہؓ نے اپنے والد سے تنہائی میں پوچھا کہ آپ نے جو بیان کیا وہ سچ ہے؟ حضرت زید بن حارثہؓ نے اللہ کی قسم کھا کر یقین دلایا اس پر حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے اس منافق کو پکڑ کر کہا تو جھوٹی بات (یعنی افواہ) پھیلا رہا ہے لہذا نبی کریم ﷺ کے واپس آنے پر تجھے ان کے سامنے پیش کیا جائے گا اس پر وہ منافق اپنی بات سے مکر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے یہ بات دوسروں سے سنی ہے۔[27]

منافقین کا اظہار اسلام (۲ھ)

غزوہ بدر کا معرکہ سر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تین دن بدر میں قیام کے بعد مدینہ کے لیے واپسی اختیار کی اور مدینہ میں اس طرح مظفر و منصور داخل ہوئے کہ شہر اور گرد و پیش کے تمام دشمنوں پر آپ ﷺ کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔[28] اس فتح کے اثرات سے عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے بھی دکھاوے کے لئے اسلام قبول کیا۔[29]

غزوہ بنو قینقاع (شوال، ۲ھ)

غزوہ بدر کے بعد یہودی قبیلہ بنو قینقاع کی اعلانیہ بدعہدی اور بلا اشتعال سرکشی پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا، تو عبد اللہ بن

---

[24] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (لاہور: المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، جون ۱۹۸۴ء) ص ۳۰۹۔

[25] ایضاً، ص ۳۰۹-۳۱۰۔

[26] ایضاً، ص ۳۱۰۔

[27] شکیل، مصباح الدین، شاہ، سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ، ج2 (کراچی: پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی، ۱۹۹۶ء) ص ۳۲۷-۳۲۸۔

[28] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۳۱۲۔

[29] ایضاً، ص ۳۰۹-۳۱۰۔

ابیَ ان کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا "یہ سات سو جنگجو مرد جو ہر دشمن کے مقابلے میں میرا ساتھ دیتے رہتے ہیں آج ایک دن میں رسول اللہ ﷺ انہیں ختم کر ڈالنا چاہتے ہیں، خدا کی قسم میں آپ ﷺ کو ہر گز نہ چھوڑوں گا جب تک آپ ﷺ میرے ان حلیفوں کو معاف نہ کر دیں گے "۔[30] عبداللہ بن ابیَ بنو قینقاع کا حلیف تھا اس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ جلاوطن کر دیئے جائیں چنانچہ وہ شام کے علاقہ اذرعات کی جانب جلاوطن کر دیئے گئے "۔[31] ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی کے مطابق "یہ منافقین جغرافیائی سیاست کے دباؤ میں بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور غزوہ بدر کے بعد بنو قینقاع کو انہی منافقین نے مسلمانوں سے بدعہدی کرنے کے لئے بھڑکایا اور جس کا خمیازہ بنو قنیقاع کو مدینہ سے جلاوطنی کی صورت میں بھگتنا پڑا تھا"۔[32]

۵۔ غزوہ اُحد (شوال ۳ھ)

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان دوسری باقاعدہ جنگ غزوہ اُحد ہے جو شوال ۳ھ کو اُحد کے مقام پر پیش آئی مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی۔ قیادت رسول اللہ ﷺ کر رہے تھے جبکہ علم بردار حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ قریش مکہ کی تعداد تین ہزار تھی قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہے تھے جبکہ علم بردار طلحہ بن ابو طلحہ تھے اس جنگ کی شکست یا فتح کا فیصلہ نہ ہو سکا البتہ کُفار کے مقابلے میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ مسلمانوں کے ستر افراد شہید جبکہ کُفار کے بائیس آدمی قتل ہوئے۔ قریش مکہ جب فوج لے کر غزوہ اُحد کے لیے روانہ ہوئے تھے تو ان کی آمد پر ابن سعد کے بقول "منافقین نے مدینہ میں خوفناک خبریں (افواہیں) مشہور کر دیں"۔[33] عبداللہ بن ابیّ پہلے لشکر اسلام کے ساتھ شامل ہوا لیکن شوط کے مقام پر پہنچتے ہی ان کا ارادہ تبدیل ہو گیا اور کہنے لگا "رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کی بات مان لی اور میری نہ مانی۔ لوگو! مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس جگہ اپنے آپ کو موت کا لقمہ کیوں بنایا جائے"۔[34]

ڈاکٹر عبداللہ قاضی رقمطراز ہیں "غزوہ اُحد کے موقع پر کثرت رائے سے یہ بات قرار پا گئی تھی کہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ مسلمان نکلے تو منافقین نے لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ دو قبیلے بد دل ہو گئے اس طرح ابتداء ہی سے صبر اور تقویٰ کی روح کمزور پڑ گئی اس کا نتیجہ وہی ہونا تھا جو آخر پیش آیا"۔[35]

جو منافقین میدان چھوڑ کر چلے گئے ان کے متعلق صحابہ کرامؓ میں دو گروہ ہو گئے ان میں سے ایک کہتا تھا کہ ہم ان منافقین سے جنگ کریں گے جبکہ دوسرا کہتا تھا کہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔[36] مسلمانوں کے اس اختلاف پر یہ آیت نازل ہوئی "تو کیا

---

[30] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج۵، ص ۱۷۰۔

[31] نعمانی، شبلی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، ج۱، ص ۴۰۴۔۴۰۵۔

[32] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں تنظیم و ریاست و حکومت، ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی، ج۵، ش م ۱۳۰، ص ۳۷۷۔

[33] ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم، محمد راغب رحمانی، ج۱ (کراچی: نفیس اکیڈمی اُردو بازار، سن ندارد) ص ۲۷۳۔

[34] ابن ہشام، عبدالملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم، مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج۲، ص ۲۶۔

[35] قاضی، عبداللہ، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۴ء) ص ۸۵۔

[36] ایضاً، ص ۸۴۔

سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اس کو رستے پر لے آؤ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تم اس کے لیے کبھی بھی رستہ نہیں پاؤ گے"۔[37] جو منافقین میدان جنگ سے چلے آئے تھے انہوں نے اپنے نفاق کو چھپانے کے لیے اور کثیر تعداد میں مسلمانوں کے شہید ہو جانے کو خود مسلمانوں کی اپنی کوتاہی اور غلط منصوبہ بندی کا نتیجہ قرار دیا۔[38]

بقول ڈاکٹر عبد اللہ قاضی کے "غزوہ اُحد کا معاملہ منافقوں کے لیے جو مخلص مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی زندگی بسر کر رہے تھے ایک فیصلہ کن آزمائش تھا اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا، جنگ کے ابتدائی مشورے سے لے کر جنگ کے بعد تک کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ وہ فتنہ پروری سے باز رہے ہوں، یہ لوگوں کو بہکانے لگے کہ شہر سے باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے جب ان سے کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تو طرح طرح کے بہانے کرنے لگے، کہتے تھے کہ ہمیں اُمید نہیں کہ لڑائی کی نوبت آئے اگر اُمید ہوتی تو ضرور تیاری کرتے پھر جب مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو انہیں فتنہ و شرارت کا نیا موقع ہاتھ آ گیا کبھی کہتے یہ سب کچھ اسی لیے ہوا کہ ہماری بات نہیں مانی گئی کبھی کہتے روز روز کی لڑائیوں سے کیا فائدہ؟ نجات اسی میں ہے کہ دشمنوں کو راضی کر لیا جائے مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور ہراس پیدا کریں اور ان کی کوئی بات بھی ٹھیک طور پر نہ بن جائے"۔[39]

ڈاکٹر نثار احمد رقمطراز ہیں کہ "(Wat) نے اپنی تصنیف (Muhammad at Madina) میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عبد اللہ بن اُبَیَ کی اس طرح سے علیحدگی بدنیتی پر مبنی نہ تھی بلکہ یہ قیاس پیش کیا ہے کہ عبد اللہ بن اُبیؓ نے علیحدگی اس لیے اختیار کی کہ وہ مدینہ کی مرکزی آبادی کا تحفظ کر سکے، ہمارے نزدیک واٹ کے اس قول کی تائید نہ تو اولین ماخذ سے ہوتی ہے اور نہ ہی واقعات سے، جیسا کہ واٹ نے خود اعتراف کیا ہے پھر عبد اللہ بن ابیؓ کے اس فعل کی نوعیت اس وقت اور واضح ہو جاتی ہے جبکہ اسی روز اسی گروہ منافقین کی گفتگو کو سامنے رکھتے ہیں مثلاً انہوں نے اس موقع پر کہا تھا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا اور یقین ہوتا کہ جنگ ضرور ہو گی تو ہم تمہارے ساتھ بے شک چلتے اور تمہاری طرف سے لڑتے مگر ہمارے خیال میں جنگ نہیں ہو گی علاوہ ازیں جنگ اُحد کے بعد پہلے جمعہ کو مسجد نبوی ﷺ میں عبد اللہ بن اُبَیَ کو اس بناء پر ذلیل و خوار کیا گیا کہ اس نے جنگ کے نازک موقع پر انتہائی گھناؤنے کردار کا مظاہرہ کیا تھا"۔[40] غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی ناکامی پر منافقین نے خوشیاں منائی جیسا کہ ابن سعد رقمطراز ہے کہ "عبد اللہ بن اُبیؓ اور منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور اصحابؓ کی ناکامی پر خوشیاں منائیں تھیں"۔[41]

۶۔ حادثہ رجیع (صفر، ۴ھ)

ماہ صفر ۴ھ میں رسول اللہ کے پاس قبائل عضل اور قارہ کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ کچھ افراد کو ہمارے ہمراہ دین

---

[37] القرآن حکیم، سورہ النساء، آیت ۸۸۔

[38] قاضی، عبد اللہ، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک، ص ۸۴۔

[39] ایضاً، ص ۸۸۔

[40] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج ۵، ص ۲۸۷۔

[41] ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم، عبد اللہ العمادی، ج ۱، ص ۲۷۹۔

سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لیے روانہ فرمائیں ان کے ہمراہ چھ صحابہ کرامؓ کو ساتھ روانہ کر دیا گیا جب یہ لوگ رجیع نامی چشمہ پر پہنچے تو ان دونوں قبائل نے بدعہدی کر کے ان چھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تو اس سانحہ پر منافقین نے کہا تھا "ان پاگلوں کا برا ہو جو ہلاک ہو گئے، نہ اپنے اہل و عیال میں رہ سکے، نہ اپنے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا سکے، اس گروہ کو کوئی بھلائی نہ مل سکی"۔[42]
منافقین کے اس قول پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "انسانوں میں کوئی تو ایسا شخص ہے کہ اس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہوں گی جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ محض اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو تباہ کرے اور نسل انسانی کو ہلاک کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خوف کر، تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر قائم رکھتا ہے ایسے شخص کے لیے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے اور ایسے لوگوں پر اللہ بہت مہربان ہے"۔[43] مندرجہ بالا آیات میں اس واقعہ (حادثہ رجیع) کی طرف اشارہ ہے۔

غزوہ بنو نضیر (ربیع الاول، ۴ھ)

غزوہ بنو نضیر ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا اور اللہ نے اس تعلق سے پوری سورہ حشر نازل فرمائی جس میں یہود کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرز عمل کا پردہ پاش کیا گیا ہے۔[44] بنو نضیر کی بستی بنو قریظہ کے جنوب میں اور قباء کے عین مشرق میں آباد تھی۔[45] ربیع الاول ۴ھ میں یہودی قبیلہ بنو نضیر کی بدعہدی پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بذریعہ پیغام دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر عبد اللہ بن ابیَ نے بنو نضیر کو کہلا بھیجا "تم لوگ شہر سے نہ نکلو اور اپنے قلعوں میں مقیم رہو" میرے ساتھ میرے ہم قوم اور عرب دو ہزار ہیں جو تمہارے ساتھ قلعے میں داخل ہوں گے اور آخر تک مر جائیں گے، بنو قریظہ اور بنو غطفان کے حلفاء تمہاری مدد کریں گے"۔[46] اس پر بنو نضیر کے رئیس حیَیّ بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ وہ مدینہ سے کسی صورت نہیں نکلیں گے آپ ﷺ سے جو ہو سکے وہ کیجیے اس جواب پر رسول اللہ ﷺ نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا ۔ قبیلہ بنو نضیر کی مدد کے لیے بنو قریظہ، بنو غطفان اور عبد اللہ بن ابیَ میں سے کوئی بھی نہیں آیا تو مایوس ہو کر انہوں نے مدینہ سے جلاوطنی اختیار کی اور خیبر کی جانب چلے گئے۔ بنو نضیر کی جلاوطنی پر گروہ منافقین کو بڑا رنج ہوا۔[47]

بنو قریظہ (۵ھ)

غزوہ احزاب کے موقع پر دیگر یہودی قبائل کی طرح بنو قریظہ نے بھی منشور مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے واضح طور پر مسلمانوں سے عہد شکنی کا اعلان کر دیا تھا بنو نضیر کے رئیس نے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلا کر رئیس بنو قریظہ کو مسلمانوں سے بد

---

[42] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۱۸۰۔
[43] القرآن حکیم، سورہ البقرۃ، آیت ۲۰۴۔۲۰۷۔
[44] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۰۴۔
[45] محمود، قاسم، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیاں، ج ۲ (لاہور: الفیصل پبلشرز اردو بازار، ۲۰۱۳ء) ص ۱۵۶۴۔
[46] ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم، عبد اللہ العمادی، ج ۱، ص ۲۹۰۔
[47] ایضاً، ج ۱، ص ۲۹۱۔

عہدی پر راضی کیا۔ بنو قریظہ کی اس بد عہدی سے مسلمانوں کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا کیونکہ ان پر اوپر اور نیچے سے دشمن حملہ آور ہو گئے اس سارے معاملے میں منافقین بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے یعنی مسلمانوں سے قبیلہ بنو قریظہ کی عہد شکنی کے معاملے پر ابن اثیر کا بیان ہے کہ "بعض منافقین بھی ان سے مل گئے تھے"۔[48]

۷۔ غزوہ احزاب (خندق) (شوال، ۵ھ)

غزوہ خندق شوال ۵ھ میں پیش آیا اس معرکے میں مسلمانوں کی قیادت رسول اللہ ﷺ خود کر رہے تھے اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی جبکہ قبائل عرب کی کل تعداد دس ہزار پر مشتمل تھی اور قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہے تھے۔ مدینہ کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لیے شمال کی جانب ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی تھی اور مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس جنگ کو غزوہ احزاب اس لیے کہتے ہے کہ اس جنگ میں قریش کے ہمراہ قبائل عرب بھی شریک تھے۔ غزوہ احزاب در حقیقت نقصان جان و مال کی جنگ نہ تھی بلکہ اعصاب کی جنگ تھی اس میں کوئی خونریز معرکہ پیش نہیں آیا لیکن پھر بھی اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس جنگ میں دس مشرکین قتل ہوئے جبکہ ۶ مسلمان شہید ہوئے۔ اس معرکے کے نتیجے میں مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور یہ واضح ہو گیا کہ عرب کی کوئی بھی قوت مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتی۔[49]

منافقین کے لیے فتنہ پردازی کا ایک اور سنہری موقع اُس وقت آیا جب ایک طرف ریاست مدینہ پر شمال کی جانب سے ایک لشکر گراں حملہ آور ہوا اور دوسری جانب جنوب کی سمت میں رہنے والے یہود قبیلہ بنو قریظہ نے عہد شکنی کا اعلان کر دیا تھا یہ وقت مسلمانوں کے لیے بڑا نازک تھا دو جانب سے دشمنوں کا نرغہ مٹھی بھر مسلمان، مخالفین کا اجتماع عظیم، عورتوں اور بچوں کا بنو قریظہ کی جانب کے قلعے وغیرہ نے بجا طور پر پریشان کن صورتحال پیدا کر دی تھی۔[50] (50

ابن ہشام رقمطراز ہے کہ "خندق کی کھدائی میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے خاصی محنت و مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا مگر منافقین میں سے کچھ لوگ تاخیر اور سستی سے کام لینے لگے ان کے دل میں جو کچھ ہوتا تھا اس کو تو چھپائے رکھا مگر (خندق کی کھدائی کے) کام میں لاپرواہ ثابت ہوئے اور آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر اپنے گھروں میں اہل و عیال کے پاس چلے گئے"۔[51]

ابن کثیر لکھتا ہے کہ "منافقین کا ایک گروہ اس کام (خندق کی کھدائی) میں ضعیفی کا عذر کر کے شریک نہیں ہوا انہی میں سے کچھ لوگ دوسروں سے چھپ کر صرف کبھی کبھی آپ ﷺ کو دکھانے کے لیے اور آئندہ کام سے بچنے کے لیے تھوڑا سا کام کر لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ہی واپس چلے جاتے تھے"۔[52]

[48] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم، پروفیسر کوکب شادانی، ج ۴، ص ۸۶۔

[49] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۲۴۔

[50] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج ۵، ص ۱۷۱۔

[51] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۲۳۵۔

[52] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج ۴، ص ۷۷۔

غزوہ خندق مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا موقع تھا، دشمن ہر طرف سے آکر چھا گئے مسلمانوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہورہے تھے اور ان میں خوف وہراس بڑھ گیا۔[53] کفار کی کثرت سے منافقین بھی گھبرا گئے جنگ شروع ہوئی تو مسلمان بے جگری سے لڑتے رہے اس کے برعکس منافقین نے جنگ سے پہلو تہی اختیار کی بلکہ دوسروں کو بھی جنگ سے روکنے کی کوششیں کرتے رہے۔[54] اس موقع پر ان کا نفاق بھی صاف طور پر سامنے آگیا تھا۔[55]

منافقین کے گروہ نے ان نازک لمحات میں اہل ایمان میں خوف وہراس پھیلانے، اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق بے سروپا باتیں کہنے اور پست حوصلگی کی تدابیر اختیار کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی کبھی تو یہ بات پھیلائی گئی کہ مسلمان سخت خطرے میں ہیں اور انہیں یہود ومشرکین یا کفار وغیرہ میں کسی نہ کسی فریق سے سمجھوتہ کرلینا چاہیے۔[56] ایک منافق نے تو کہدیا کہ "رسول اللہ ﷺ تو ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہمیں قیصر وکسریٰ کے خزانے ملیں گے مگر اس وقت حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بھی اطمینان سے نہیں جاسکتا"۔[57]

ایک اور منافق نے رسول اللہ ﷺ سے کہا "یارسول اللہ ﷺ ہمارے گھر دشمن سے بھرپور سرحد پر ہیں اور دشمنوں کی ایک بڑی جماعت وہاں موجود ہے اس لیے آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم یہاں سے نکل کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیونکہ وہ مدینہ سے باہر ہیں"۔[58] منافقین نے مسلمانوں میں تذبذب پیدا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ان کی حوصلہ شکنی کی پوری کوششیں کی تاہم منافقین کی تمام کوششیں بے سود وبے کار ثابت ہوئیں۔[59] رسول اللہ ﷺ اور مشرکین تقریباً ایک ماہ تک ایک دوسرے کے مقابلے پر جمے رہے، خندق کے دونوں اطراف سے تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی لیکن آمنے سامنے جنگ کی نوبت نہ آئی صرف محاصرہ قائم رہا۔[60]

حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازہ پر منافقین کا اظہار حیرت

قبیلہ بنو قریظہ سے متعلق فیصلہ سنانے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات ہوگئی اور تدفین کے لیے جب اس کا جنازہ اُٹھایا گیا تو لوگوں کو ان کا جنازہ ہلکا معلوم ہوا حالانکہ حضرت سعد بن معاذؓ صحت مند اور طاقتور آدمی تھے اس پر بعض منافقین نے کہا "خدا کی قسم وہ تو مضبوط جسم والے تھے مگر ان سے زیادہ ہلکا جنازہ ہم نے کبھی نہیں اُٹھایا"۔[61]

---

[53] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۲۴۲۔

[54] قاضی، عبد اللہ، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک، ص ۱۲۰۔

[55] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۲۴۲۔

[56] طفیل، محمد، نقوش رسول نمبر، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو وارتقاء، ڈاکٹر نثار احمد، ج ۵، ص ۱۷۱۔

[57] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۲۴۲۔

[58] ایضاً، ج ۲، ص ۲۴۲۔

[59] قاضی، عبد اللہ، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک، ص ۱۲۰۔

[60] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۲۴۲۔

[61] ایضاً، ج ۲، ص ۲۷۲۔

جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا "تمہارے علاوہ انہیں اٹھانے والی کچھ دوسری ہستیاں تھیں"۔[62] رسول اللہ ﷺ کا اشارہ ملائکہ کی طرف تھا۔

۸۔ غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ مُریسیع (شعبان، ۶ھ)

غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ مریسیع شعبان ۶ ھ میں پیش آیا جو جنگی نقطہ نظر سے اتنی اہمیت کا حامل غزوہ نہیں ہے تاہم اس کی اہمیت کی وجہ وہ واقعات جو اس غزوہ کے دوران رونما ہوئے اور جن کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں اضطراب اور ہلچل مچ گئی۔ اس غزوہ کے نتیجے میں ایک طرف منافقین کا پردہ فاش ہوا تو دوسری طرف ایسے تعزیری قوانین نازل ہوئے جن سے معاشرے کو شرف و عظمت اور پاکیزگی نفس کی ایک خاص شکل عطا ہوئی۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت تھی جو اس سے پہلے کسی غزوہ میں نہیں گئی تھی۔[63]

شعبان ۶ ھ میں غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر مریسیع نامی چشمے کے پاس ایک انصاری صحابی اور ایک مہاجر صحابی کے درمیان پانی کے مسئلے پر تکرار ہو گئی جس کا فائدہ اُٹھا کر عبد اللہ بن اُبی نے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا حتیٰ کہ یہ کہا "ہم جب واپس مدینہ پہنچیں گے تو جو زیادہ طاقت و غلبہ والے ہیں وہ اپنے سے کمزوروں کو یقینی طور پر نکال کر رہیں گے"۔[64] اس کے بعد عبد اللہ بن اُبی اپنے گروہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا "یہ بلا تم نے خود اپنے سر مول لی ہے تم نے انہیں اپنے علاقوں میں جگہ دی اپنے مکان، جائیداد اور مال و متاع سب کچھ تقسیم کر کے دے دیا اور اس کی وجہ سے وہ اتنا سر چڑھ گئے ہیں کہ تمہارا مقابلہ کرنے لگے ہیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب بھی اگر تم ان کی مدد کرنا چھوڑ دو تو یہ یہاں سے نکل کر کہیں اور جانے پر مجبور ہو جائیں گے"۔[65] ایک صحابی حضرت زید بن ارقمؓ نے اس کی یہ گفتگو رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دی ادھر جب عبد اللہ بن اُبیؓ کو معلوم ہوا تو فوراً آپ ﷺ کے پاس آکر حلفیہ کہا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔[66]

واقعہ افک (۶ھ)

دستور کے مطابق آپ ﷺ سفر میں جب بھی جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کا قرعہ نکلتا اُس کو ہمراہ لے جاتے تھے اس غزوہ بنو مصطلق میں قرعہ حضرت عائشہؓ کے نام نکلا اور آپ ﷺ انہیں ساتھ لے گئے غزوہ سے واپسی پر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا تو حضرت عائشہؓ حاجت کے لیے ہودج سے باہر گئیں تو ہودج اُٹھانے والوں نے یہ سمجھا کہ آپؓ ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں اور وہ حضرت عائشہؓ کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔[67] غزوہ بنو مصطلق سے واپسی کے دوران افک کا واقعہ پیش آیا جو منافقین کی جانب سے اُم المومنین حضرت عائشہؓ پر بہتان سے متعلق تھا۔

---

[62] ایضاً۔

[63] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۴۲۔۴۴۳۔

[64] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۳۲۶۔

[65] ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۶۔۳۲۷۔

[66] ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۷۔

[67] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۵۲۔

بقول ابن ہشام "اس قصے کو بڑھانے اور پھیلانے میں بڑا حصہ عبد اللہ بن اُبی کا تھا"۔[68]

بیعت الرضوان (ذی قعد ۶ھ)

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو سفیر کی حیثیت سے قریش کے پاس بھیجا گیا اور وہ اپنی سفارت کی مہم مکمل کر چکے تھے لیکن قریش نے کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ کو اپنے پاس روک لیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں آپؓ کو شہید کرنے کی افواہ پھیل گئی۔[69] لہذا بیعت الرضوان حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی افواہ ملنے پر کی گئی اس بیعت میں تقریباً چودہ سو صحابہ شامل تھے اور اس موقع صرف ایک منافق الجد بن قیس کا ذکر ملتا ہے جس نے بیعت الرضوان میں شرکت نہیں کی بلکہ بیعت سے بچنے کے لیے اپنی اونٹنی کی کوہان کی آڑ لے کر چھپ گیا تھا۔[70] اور بعد ازاں پھرتی سے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔[71]

صلح حدیبیہ (ذی قعد، ۶ھ)

ذی قعد ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور کُفار مکہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا، اس سے پہلے ان دونوں گروہوں کے مابین غزوہ بدر، اُحد اور غزوہ خندق میں پنجہ آزمائی کا نظارہ منافقین خود دیکھ چکے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ چودہ سو اصحاب کے ساتھ عمرے کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تو منافقین اس بات کے منتظر تھے کہ ان کے درمیان کیا معاملہ پیش آتا ہے۔[72] بیعت رضوان کے فوراً بعد صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا یہ دو ریاستوں (مکہ و مدینہ) کے مابین ایک تحریری معاہدہ تھا جس میں مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو العامری نے نمائندگی کی تھی۔ یہ صلح نامہ حضرت علی بن ابو طالبؓ نے تحریر کیا تھا۔[73] اس پر نو گواہان کے نام لکھے گئے جن میں سات مسلمان اور دو قریش کی طرف سے گواہان تھے۔[74] اس صلح نامہ کی دو نقول تیار کی گئی تھیں۔ اس کی ایک نقل رسول اللہ ﷺ کے پاس رہی اور دوسری نقل سہیل بن عمرو کے حوالے کی گئی۔[75] ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے نوعیت کے لحاظ سے اس صلح نامہ کو بارہ شقوں میں تقسیم کیا۔[76]

صلح حدیبیہ کی ایک خاص شق کو مختلف الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے:

---

[68] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۳۳۷۔

[69] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۶۵۔

[70] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۳۵۶۔

[71] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم، پروفیسر کوکب شادانی، ج ۴، ص ۱۳۹۔

[72] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۳۵۶۔

[73] ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم محمد راغب رحمانی، ج ۱، ص ۳۲۴۔

[74] ایضاً، ج ۱، ص ۳۲۴۔

[75] ایضاً۔

[76] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مترجم، مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۰ء) ص ۳۲-۳۴۔

- رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھیوں میں سے جو آدمی قریش کے پاس آئے گا قریش اسے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس نہیں بھیجیں گے۔[77]
- محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔[78]
- اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جاملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔[79]
- مسلمانوں کا جو آدمی قریش کی پناہ میں آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔[80]
- جو شخص رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جماعت سے قریش کی طرف چلا جائے گا تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔[81]
- اگر کوئی شخص مدینہ میں سے اسلام ترک کر کے مکہ میں پناہ گزین ہو تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔[82]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مذکورہ خاص شق کو شق نمبر ۵ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔[83] اس شق میں الفاظ "جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر" یا" قریش کی پناہ میں آئے گا" یا" اسلام چھوڑ کر قریش سے جاملے" یا" قریش کی طرف چلا جائے" یا" اسلام ترک کر کے مکہ میں پناہ گزین ہو" قابل غور ہیں۔ قریش مکہ کو صلح نامہ میں اس شق کو شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی آخر ایسے کون لوگ تھے جن کو تحفظ دینے یا سیاسی پناہ دینے کے لیے قریش نے یہ شق رکھی تھی۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے شق ۴ اور شق ۵ پر اعتراض بھی کیا تھا تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسکرا کر حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی ان سے نکل کر ہماری طرف آنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کا راستہ خود ہی پیدا کر دے گا جو ہم سے جانا چاہے گا وہ منافق ہو گا اور ہمیں اس سے نجات مل جائے گی"۔[84]

دراصل یہ شق مدینہ کی ریاست کے ان باغیوں و مرتدین کو تحفظ دینے کے لیے رکھی گئی جو ہجرت مدینہ کے بعد اور صلح حدیبیہ سے قبل مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ گزین ہوئے تھے ان میں چند ایک منافقین بھی شامل تھے چونکہ یہ ریاست مدینہ کی نظر میں اُن کے مجرم تھے اس لیے ممکن تھا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس موقع پر ان کی حوالگی کا مطالبہ کر سکتے تھے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان باغیوں نے رؤسائے قریش کے ذریعے سہیل بن عمرو کو کہلوا کر یہ شق رکھوائی ہو کیونکہ ان باغی و مرتدین کو خود بھی یہ اندیشہ ہوا ہو گا کہ

---

[77] ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج ۲، ص ۳۵۹۔

[78] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۴۶۶۔

[79] منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص ۲۵۲۔

[80] ابو خلیل، شوقی، ڈاکٹر، اٹلس سیرت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مترجم، حافظ محمد امین (الریاض: دار السلام، ۱۴۲۴ھ) ص ۳۲۶۔

[81] ابن اثیر، عز الدین، ابو الحسن علی، الکامل فی التاریخ، مترجمین، محمد عبد الغفور خان، محمد ظہیر الدین بھٹی، ج ۱ (کراچی: قرطاس، جولائی ۲۰۱۶ء) ص ۲۳۹۔

[82] محمد، حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مترجم، مولانا ابو یحیٰ امام خان نوشہروی، ص ۳۳۔

[83] ایضاً، ص ۳۳ (شق نمبر ۵، بہ عنوان، مسلمانوں پر قریش کی ذمہ داری)۔

[84] شکیل، مصباح الدین، شاہ، سیرت احمد مجتبیٰ، ج ۳، ص ۸۷۔

ایسے موقع پر ان کی حوالگی کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے لہذا قریش نے ان کو نا قابل واپسی قرار دیا ان باغیوں و مرتدین میں عبداللہ بن ابی سرح العامری[85] عبداللہ بن خطل الدرمی[86] مقیس بن صبابہ لیثی[87] ابو عامر راہب فاسق[88] اور حارث بن سوید منافق[89] شامل تھے۔ اس شق نمبر ۵ سے متعلق قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ شق نوعیت کے لحاظ (Retrospective Clouse) یعنی نفاذ کے اعتبار سے موثر بہ زمانہ ماضی تھی یعنی اس شق کا اطلاق ہجرت مدینہ کے سال اھ سے زمانہ حال ٦ھ تک کے لیے تھا گویا ان چھ سالہ عرصہ کے دوران مدینہ کا جو بھی باغی و مرتد مکہ میں پناہ گزین رہا ہے اسے حوالے نہیں کیا جائے گا اس کے برعکس شق نمبر ۴ (قریش میں سے جو شخص مسلمان ہو کر اپنے خاندانی سربراہ کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا آئے گا تو اسے واپس کرنا ہو گا) ایک (Prospective Clouse) تھی جس کا اطلاق و نفاذ زمانہ حال (صلح حدیبیہ کے دن) سے مستقبل تک کے لیے تھا جیسا کہ عین صلح نامہ کے دن حضرت ابو جندلؓ بن سہیل کو واپس کرنا پڑا اور اس کے بعد حضرت ابو بصیرؓ عتبہ بن اسید ثقفی کو مدینہ آنے پر قریش کے حوالے کرنا پڑا۔[90]

۹۔ خیبر (محرم، ۷ھ)

خیبر مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ایک بڑا شہر تھا یہاں قلعوں کے ساتھ کھیتیاں بھی تھی، یہ اہل خیبر ہی تھے جنہوں نے اسلامی معاشرے کے پانچویں کالم منافقین سے مضبوط رابطہ قائم رکھا تھا رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا تو اس موقع پر یہود کی حمایت میں منافقین نے بھی خاصی تگ و دو کی چنانچہ عبداللہ بن اُبی نے یہود خیبر کو یہ پیغام بھیجا "اب محمد ﷺ نے تمہاری طرف رُخ کیا ہے لہذا چوکنا ہو جاؤ، تیاری کر لو اور دیکھو ڈرنا نہیں کیونکہ تمہاری تعداد اور تمہارا ساز و سامان زیادہ ہے اور محمد ﷺ کے رفقاء بہت تھوڑے اور تہی دست ہیں اور ان کے پاس ہتھیار بھی بس تھوڑے ہی سے ہیں"۔[91] فتح مکہ، غزوہ حنین اور محاصرہ طائف کے عرصے تک منافقین کی سرگرمیوں کا پتہ نہیں چلتا۔

۱۰۔ فتح مکہ (رمضان، ۸ھ)

فتح مکہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے رسول، اپنے لشکر اور اپنے امانت دار گروہ کو عزت بخشی اور جس کے ذریعہ اپنے شہر اور اپنے گھر کو کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کرایا جو دنیا والوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا گیا ہے۔ یہی وہ فتح عظیم تھی جس کے بعد لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔[92] صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ کے

---

[85] ابن اثیر، عزالدین، ابوالحسن علی، اُسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ، مترجم، مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی، ج۵ (لاہور: عبداللہ اکیڈمی، سن ندارد) ص 257۔

[86] ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین، البدایہ والنہایہ، مترجم، پروفیسر کوکب شادانی، ج۴، ص۲۳۸۔

[87] ابن اثیر، عزالدین، ابوالحسن علی، الکامل فی التاریخ، مترجمین، محمد عبدالغفور خان، محمد ظہیرالدین بھٹی، ج۲، ص۲۹۰۔

[88] ابن حزم أندلسی، محمدعلی بن احمد، جمہرۃ الانساب العرب، (لبنان: دارالکتب العلمیہ، بیروت 2003) ص۳۳۳۔

[89] ابن ہشام، عبدالملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج۱، ص۶۱۴-۶۱۵۔

[90] ابن اثیر، عزالدین، ابوالحسن علی، الکامل فی التاریخ، مترجمین، محمد عبدالغفور خان، محمد ظہیرالدین بھٹی، ج۲، ص۲۳۹-۲۴۰۔

[91] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص۴۹۷-۴۹۹۔

[92] ابن القیم، حافظ، زاد المعاد، مترجم، رئیس احمد جعفری، ج۲، ۱ (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۹۰ء) ص۸۸۶۔

معاملے میں منافقین کی بظاہر کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی، البتہ اس صلح کے دو برس بعد بنو بکر اور قریش کی ملی بھگت سے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر شب خوں مارنے کا سانحہ پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کو صلح حدیبیہ کی پاسداری کا کہا مگر اس کو کوئی مثبت جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور رمضان ۸ھ کو رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ چھوڑ کر مکے کا رُخ کیا اور بغیر خون خرابے کے مکہ کو فتح کر لیا۔[93]

۱۱۔ غزوہ حنین یا غزوہ ہوازن (۸ھ)

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک تنگ گھاٹی تھی یہاں ایک معرکہ پیش آیا جس کا ذکر قرآن کی سورہ التوبہ میں آیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے حملے کی تیاری شروع کی اور مسلمانوں کے خلاف اس معرکے میں ثقیف و ہوازن کی تمام شاخیں شامل تھیں اور ان کے سپہ سالار مالک بن عوف تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔[94] منافقین کو حنین میں بنو ہوازن کی جنگی تیاریوں کی خبر ملی جو عرب کا جنگجو اور طاقتور قبیلہ تھا مگر مسلمانوں نے حنین میں بنو ہوازن کو شکست دی اور ان کے تقریباً ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کے بارہ آدمی شہید ہوئے۔[95]

۱۲۔ غزوہ تبوک (۹ھ)

فتح مکہ حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اس معرکے کے بعد اہل عرب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا تھا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ بہر حال اندرونی مشکلات کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اور مسلمان اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے یکسو ہو گئے تھے۔[96]

رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ رومیوں نے جنوبی شام میں ایک کثیر لشکر جمع کر لیا ہے ان کے ساتھ شمالی عرب کے کچھ عرب قبائل بنو لخم، بنو عاملہ، بنو جذام اور بنو غسان بھی مل گئے ہیں حتی کہ رومیوں کے کچھ فوجی دستے تو بلقاء تک پہنچ گئے ہیں اب دو ہی طریقے ہیں یا تو ان کو ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کا کھلا موقع دیا جاتا یا شام جا کر ان سے دفاعی جنگ لڑی جاتی لہذا رسول اللہ ﷺ نے دوسرا طریقہ پسند کیا۔[97]

رسول اللہ ﷺ حالات و تغیرات کو سمجھ رہے تھے کہ اگر رومیوں کو جزیرۃ العرب میں گھسنے دیا اور وہ ریاست مدینہ تک چڑھ آئے تو اسلامی تحریک پر اس کے نہایت بُرے اثرات مرتب ہوں گے مسلمانوں کی فوجی ساکھ اُکھڑ جائے گی اور اس طرح وہ بہت ساری کوششیں رائیگاں چلی جائیں گی جو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ

[93] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۲۴۲۔ ۲۵۲۔

[94] شاہین، علی محمد، تاریخ اسلام، ص ۱۶۳۔

[95] المسعودی، ابو الحسن علی بن حسین، تنبیہ والاشرف، مترجم، مولانا عبد اللہ العمادی (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۶۷ء) ص ۱۰۱۔

[96] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۵۷۹۔

[97] ابو خلیل، شوقی، ڈاکٹر، اٹلس سیرت نبوی ﷺ، مترجم، حافظ محمد امین، ص ۴۳۰۔

ان نتائج کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے طے کیا کہ رومیوں کو مہلت دیئے بغیر خود ان کے علاقے اور حدود میں گھس کر ان کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔[98]

رسول اللہ ﷺ کا یہ عام دستور تھا کہ جب کسی غزوہ کے لیے نکلتے تو اس کے بارے میں کنایہ سے کام لیتے تھے مگر غزوہ تبوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ لوگوں کے سامنے سفر مشقت کی دوری، زمانے کی سختی اور دشمن کی کثرت کو واضح کیا اور انہیں بتایا کہ آپ ﷺ رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگ اس کے لیے اپنی تیاری کر لیں۔[99]

غزوہ تبوک کے لیے بہت زیادہ ساز و سامان کی ضرورت تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو صدقات دینے کا حکم دیا اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ نے صدقات دینا شروع کیا، حضرت ابو خیثمہ انصاریؓ نے ایک صاع کھجور دیئے تو منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی اس کے علاوہ حضرت ابو عقیلؓ نصف صاع کھجور لے کر آئے جبکہ ایک اور صحابیؓ نے ان سے بہت زیادہ صدقہ دیا تو منافقین نے ان دونوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ ابو عقیل کے نصف صاع صدقہ سے مستغنی ہے (یعنی اللہ کی بارگاہ میں اتنے سے صدقہ کی کیا قدر و قیمت ہے) اور دوسرے آدمی (صحابی) نے جو زیادہ صدقہ دیا ہے وہ تو محض ریاکاری ہے (یعنی اللہ ایسا صدقہ قبول نہیں کرتا۔[100]

منافقین صدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے تھے ان کا مذاق اُڑاتے تھے کہ یہ ایک دو مد کھجور سے قیصر روم کی مملکت کو فتح کرنے اُٹھے ہیں۔[101] بلاشبہ منافقین مسلمانوں کی منظم طور پر حوصلہ شکنی کر رہے تھے وہ صرف کچھ مال دے کر اپنے نفاق کو چھپانا اور اپنے آپ کو لڑائی سے بچانا چاہتے تھے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو آلام و مصائب سنا سنا کر جنگ سے غافل کرنا چاہتے تھے۔[102]

ارض جہاد قریب نہ تھا بلکہ یہ علاقہ (تبوک) دور دراز مقام پر واقع تھا منافقین نے وہاں نہ جانے کا ارادہ کر لیا انہوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے حیلے بہانے تلاش کئے آخر رسول اللہ ﷺ نے انہیں جہاد پر نہ جانے کی اجازت دے دی۔[103] اس کی بڑی مثال الجد بن قیس منافق کی ہے جب ایک روز آپ ﷺ نے اس سے فرمایا "اے جد! کیا اس سال آپ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوں گے" تو اس پر الجد نے جواب دیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اجازت دیں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں قسم بخدا میری قوم کو علم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر عورتوں سے رغبت رکھنے والا کوئی شخص نہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر

[98] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۵۸۲۔

[99] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۵، ص ۱۴۔

[100] عبد اللہ، قاضی، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک، ص ۲۴۴۔

[101] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۵۸۴۔

[102] عبد اللہ، قاضی، ڈاکٹر، بدر سے تبوک تک، ص ۲۴۸۔

[103] ایضاً، ص ۲۴۶۔

میں نے بنو الاصفر (رومیوں) کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں صبر نہیں کر سکوں گا" اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا میں نے تجھے اجازت دی۔[104]

منافقین نے جہاد سے بے رغبتی اور حق میں شک کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق جھوٹی خبریں اُڑاتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔[105] کچھ منافقین سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہو رہے تھے اس کا گھر جاسوم نامی مقام پر تھا وہاں یہ منافقین غزوہ تبوک میں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے سے روک رہے تھے۔ آپ ﷺ کو اس بات کی جب خبر ملی تو حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو چند صحابہؓ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ سویلم کے گھر کو نذر آتش کر دے اور حضرت طلحہؓ نے ایسا ہی کیا اور منافقین گھر کے عقبی راستے سے بھاگ گئے۔[106]

رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب روانہ ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا جن میں دس ہزار شہسوار تھے۔[107] عبد اللہ بن اُبیّ اپنے گروہ کے ساتھ آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔[108] رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنے اہل و عیال پر قائم مقام مقرر کیا پس منافقین نے یہ جھوٹی خبر اڑائی کہ "آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بوجھ سمجھتے ہوئے اور ان سے ہلکا ہونے کے لیے انہیں پیچھے چھوڑا ہے" حضرت علیؓ نے یہ افواہ سنی تو اپنے ہتھیار لیے اور مقام جرف پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے اور منافقین نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا "انہوں نے جھوٹ بولا ہے میں نے تو آپ کو قائم مقام مقرر کیا ہے جو میں نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے واپس چلے جائیے اور اپنے اور میرے اہل و عیال سے متعلق قائم مقامی کیجئے"۔[109]

غزوہ تبوک میں راستے میں کسی جگہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی بھٹک کر گم ہو گئی تو مسلمان اس کی تلاش میں گئے اس موقع پر ایک منافق زید بن لصیت نے طنزیہ کہا "محمد ﷺ کو دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں اور تم لوگوں کو آسمان کی خبریں بتاتا ہے مگر اسے اپنی اونٹنی کے متعلق کچھ نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے"۔[110] رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اونٹنی کی خبر مل گئی آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ اونٹنی کہاں ہے وہ اس وادی میں ہے فلاں گھاٹی میں مہار پھنسنے کی وجہ سے ایک درخت نے اسے روک لیا ہے اس لیے تم لوگ جا کر اسے لے آؤ" چنانچہ مسلمانوں میں سے چند آدمی گئے اور انہوں نے اونٹنی کو اسی حالت میں پایا جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔[111]

رسول اللہ ﷺ جب تبوک سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو منافقین کے ایک گروہ نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور وہ یہ کہ راستے میں وہ آپ ﷺ کو کسی گھاٹی کی چوٹی سے گرا دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو وادی میں چلنے کا حکم دیا اور

---

104 ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۵، ص۱۴۔

105 ایضاً، ج۵، ص۱۴۔۱۵۔

106 ایضاً، ج۵، ص۱۵۔

107 ابو خلیل، شوقی، ڈاکٹر، اٹلس سیرت نبوی ﷺ، مترجم، حافظ محمد امین، ص۴۳۰۔

108 ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۵، ص۲۰۔

109 ایضاً، ج۵، ص۲۰۔

110 ایضاً، ج۵، ص۲۳۔

111 ابن ہشام، عبد الملک، سیرت النبی ﷺ کامل، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی، ج۲، ص۵۹۷۔

خود آپ ﷺ گھاٹی پر چڑھ گئے منافقین کا گروہ چہرے پر ڈھاٹے (نقاب) باندھ کر گھاٹی میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسرؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ سے کہا کہ وہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ چلیں حتی کہ جب گھاٹی میں پہنچے تو بارہ منافقین نے آپ ﷺ کو اس گھاٹی میں روکا تو آپ ﷺ نے انہیں للکارہ تو وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمارؓ اور حذیفہؓ سے فرمایا کیا تم نے ان لوگوں کو پہچان لیا ہے تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے انہیں نہیں پہچانا کیونکہ وہ نقاب باندھے ہوئے تھے لیکن ہم نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ان کے ارادے کو جانتے ہو انہوں نے گھاٹی میں اللہ کے رسول کے ساتھ ٹکرانے اور وہاں سے نیچے گرانے کا ارادہ کیا تھا۔[112] رات کی تاریک شب میں حضرت عمارؓ اور حضرت حذیفہؓ ان کو پہچان نہ سکے تھے تاہم رسول اللہ ﷺ نے حذیفہؓ کو ان (سازشی) منافقین کے نام بتادیئے اور کہا کہ ان ناموں کو ظاہر نہ کرنا تو دونوں نے عرض کیا" یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ان کے قتل کا حکم نہیں دیں گے "تو آپ ﷺ نے فرمایا" میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ آپس میں یہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے تھے "۔[113] بالفاظ دیگر" میں پسند نہیں کرتا کہ عرب آپس میں یہ بات کریں کہ محمد ﷺ اپنی قوم کے قاتل ہیں"۔[114] ان سازشی منافقین کی تعداد بارہ یا چودہ تھی۔[115]

ابن سعد رقمطراز ہے کہ غزوہ تبوک میں اس قدر منافقین آپ ﷺ کے ہمراہ گئے تھے کہ تبوک سے زیادہ وہ لوگ (یعنی منافقین) کبھی کسی غزوہ میں نہیں گئے۔[116] ابن ثیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں دس دن قیام فرمایا اور پھر وہاں سے نہ آپ ﷺ آگے بڑھے اور نہ ہی رومی اور نصرانی عرب مقابلے پر آئے چنانچہ آپ ﷺ تبوک سے مدینہ واپس ہوئے اور راستے میں مشقق نامی وادی میں پانی کا ایک چشمہ ملا جس میں پانی بہت تھوڑا تھا جس سے ایک یا دو سوار سیر اب ہو سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جب تک ہم لوگ نہ پہنچ جائیں اس چشمے سے پانی نہ پیا جائے یہ سن کر چند منافق پہلے پہنچ گئے اور جو پانی چشمہ میں تھا وہ پی گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو لوگوں نے منافقین کے اس فعل کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی اور بد دعا دی پھر آپ ﷺ نے اس چشمے کے اندر اپنا ہاتھ اس سے لگایا تو تھوڑا پانی اس کے اندر سے اوپر آنے لگا اور پھر پانی پھوٹ نکلا اور زور سے جاری ہو گیا اور سب نے سیر ہو کر پیا اور پلایا۔[117]

۲۔ مسجد ضرار کی تعمیر اور انہدام

ضرار کا لفظ ضرر سے نکلا ہے اس کے لغوی معنی ضرر پہنچانے کے ہیں اور اصطلاح میں ایسی مسجد کو کہتے ہیں کہ جو پہلے سے موجود کسی مسجد کے مقابلے پر اس کی ضرر رسانی کے لیے بنائی جائے۔ یہ مسجد مدینہ کے منافقوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے

[112] ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۵، ص۳۸۔۳۹۔

[113] ایضاً، ج۵، ص۳۹۔

[114] ایضاً، ج۵، ص۴۰۔

[115] ایضاً، ج۵، ص۳۹۔۴۱۔

[116] ابن سعد، محمد، طبقات ابن سعد، مترجم علامہ عبد اللہ العمادی، ج۴، ص۳۸۶۔

[117] ابن اثیر، عز الدین، ابو الحسن علی، الکامل فی التاریخ، مترجم مولوی مقصود علی خیر آبادی، ج۲، ص۳۲۵۔

بنائی تھی اس وجہ سے ابتداء ہی سے اس کو مسجد ضرار کہا گیا۔[118]

شام میں قیام کے دوران ابو عامر راہب نے مسلمانوں کے خلاف یہ سازش کی کہ اس نے روم کے شہنشاہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اس کے علاوہ اس نے مدینہ کے منافقوں کو خط لکھ کر آگاہ کیا کہ مدینہ میں ایک مسجد نما عمارت تعمیر کی جائے تاکہ اس عمارت کو منافقوں کے اتحاد اور سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جاسکے اور جب شہنشاہ روم مدینہ پر حملہ کرے گا تو یہی منافقین متحد ہو کر اس کی مدد کرینگے۔ اس مقصد کی تکمیل اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے منافقین نے مسجد قباء کے نزدیک ایک مسجد بنائی جس کا نام مسجد ضرار رکھا گیا۔[119]

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مسجد ضرار کی خبر دی گئی آپ ﷺ نے وہیں سے مالکؓ بن دخشم کو بھیجا اور انہوں نے مسجد ضرار کو جلادیا اور ڈھادیا جن لوگوں نے یہ مسجد بنائی تھی وہ بارہ آدمی تھے۔[120] جبکہ بعض روایات کے مطابق مسجد قباء کے قریب مسجد ضرار کو تعمیر کرنے والے منافقین کی تعداد نو تھی۔[121] ان میں ابو عامر راہب، ودیعہ بن ثابت، ابو حبیبہ بن الازعر، خذام بن خالد، جاریہ بن عامر، بجاد بن عثمان اور عباد بن حنیف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حاصل کلام:

قرآن میں نفاق کو ایک مرض سے تشبیہ دی گئی ہے تاہم اس مرض میں مبتلا مریضوں یعنی منافقین کی صحتیابی کے امکانات بھی محدود سطح پر بیان ہوئے ہیں۔ درحقیقت مدینے میں اسلامی ریاست و حکومت کے قیام کے ساتھ ہی ایک گروہ تشکیل پا گیا جس کا اصل مقصد دین اسلام اور مسلمانوں کو کاری ضرب لگانا تھا ظاہراً اسلام قبول کرتے ہوئے بھی ان کی ہمدردیاں یہود و کفار مکہ کے ساتھ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تالیف قلب کے لیے ہر ممکن کوشش فرمائی لیکن وہ اپنی روش سے پیچھے نہ ہٹے۔ موجودہ معاشرہ بھی اس قبیح مرض میں مبتلا مریضوں سے خالی نہیں ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاستی اور معاشرتی سطح پر ایسے اقدامات اُٹھائے جائیں کہ ان کی اصلیت بے نقاب ہو اور معاشرے میں ان کی کارروائیوں کو پنپنے کا موقع نہ مل سکے۔

---

[118] محمود، قاسم، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ج ۲، ص ۱۱۰۴۔

[119] احمد، امتیاز، مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات (لاہور: عمار الاسلام، سن ندارد) ص ۵۶۔۵۸۔

[120] ابن اثیر، عزالدین، ابوالحسن علی، الکامل فی التاریخ، مترجم مولوی مقصود علی خیر آبادی، ج ۲، ص ۳۲۵۔

[121] احمد، امتیاز، مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات، ص ۵۶۔۵۸۔

References

Abū Khalīl, Shawqī. Aṭlas Sīrat al-Nabawiyyah. Translated by Ḥāfiẓ Muḥammad Amīn. Riyadh: Dārussalām, 1424 AH.
Aḥmad, Imtiyāz. Madīnah Munawwarah ke Tārīkhī Maqāmāt. Lahore: ‘Ammār al-Islām, n.d.
Aḥmad, Niṣār. "‘Ahd-i Nabawī meṉ Riyāsat kā Nashw-o-Irtiqā’." In Nuqūsh: Rasūl Nambar, edited by Muḥammad Ṭufayl, 5:169–287. Lahore: Idārah-i Farogh-i Urdū, 1982.
Ḥamīdullāh, Muḥammad. Rasūl-i Akram kī Ḥukmarānī wa Jān-nishīnī. Translated by Khālid Parvez. Lahore: Beacon Books, 2006.
———. Siyāsī Wasīqah-jāt. Translated by Abū Yaḥyā Imām Khān Nawshahrvī. Lahore: Majlis-i Taraqqī-i Adab, 1960.
Ibn al-Athīr, ‘Izz al-Dīn Abū al-Ḥasan ‘Alī. Al-Kāmil fī al-Tārīkh. Translated by Muḥammad ‘Abdul Ghafūr Khān and Muḥammad Ẓahīr al-Dīn Bhaṭṭī. Karachi: Qirṭās, 2016.
———. Al-Kāmil fī al-Tārīkh. Translated by Mawlvī Maqṣūd ‘Alī Khayrābādī. Karachi, n.d.
———. Usd al-Ghābah fī Ma‘rifat al-Ṣaḥābah. Translated by Mawlānā ‘Abd al-Shakūr Fārūqī Lakhnawī. Vol. 5. Lahore: ‘Abdullāh Academy, n.d.
Ibn Ḥazm al-Andalusī, ‘Alī ibn Aḥmad. Jamharat Ansāb al-‘Arab. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2003.
Ibn Hishām, ‘Abd al-Malik. Sīrat al-Nabawiyyah (Kāmil). Translated by Mawlvī Quṭb al-Dīn Aḥmad Maḥmūdī. 2 vols. Lahore: Al-Faiṣal Nāshirān wa Tājirān-i Kutub, 2015.
Ibn Kathīr, Abū al-Fidā’ ‘Imād al-Dīn. Al-Bidāyah wa-al-Nihāyah. Translated by Kawkab Shādānī. Vols. 3–5. Karachi: Nafīs Academy, 1987.
Ibn al-Qayyim, Ḥāfiẓ. Zād al-Ma‘ād. Translated by Ra’īs Aḥmad Ja‘farī. Karachi: Nafīs Academy, 1990.
Ibn Sa‘d, Muḥammad. Ṭabaqāt Ibn Sa‘d. Translated by ‘Abdullāh al-‘Imādī and Muḥammad Rāghib Raḥmānī. Karachi: Nafīs Academy, n.d.
Kirmānī, Ḍiyā’ al-Dīn. Abadī Payghām ke Ākhirī Payghambar. Translated by Sayyid Akhtar Ḥusayn Hāshimī. Karachi: Amar Process Liaquatabad, 1984.
Mālik, Muḥammad Aslam. "Madīnah kī Qadīm Tārīkh." In Nuqūsh: Rasūl Nambar, edited by Muḥammad Ṭufayl, 2:422–424. Lahore: Idārah-i Farogh-i Urdū, 1982.
Manṣūrpūrī, Qāḍī Muḥammad Sulaymān. Raḥmatullil-‘Ālamīn. Vol. 1. Karachi: Shaykh Ghulām ‘Alī & Sons, n.d.
Al-Mas‘ūdī, Abū al-Ḥasan ‘Alī ibn al-Ḥusayn. Al-Tanbīh wa-al-Ishrāf. Translated by Mawlānā ‘Abdullāh al-‘Imādī. Karachi: H. M. Saeed Company, 1967.
Maḥmūd, Sayyid Qāsim. Islāmī Encyclopedia. Vol. 2. Lahore: Al-Faiṣal Publishers, 2013.
Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān. Al-Raḥīq al-Makhtūm. Lahore: Al-Maktabah al-Salafiyyah, 1984.
Mujāhid, ‘Abd al-Mālik. Tārīkh-i Madīnah Munawwarah. Revised by Mawlānā Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī. Riyadh: Dārussalām, n.d.
Nu‘mānī, Shiblī. Sīrat al-Nabī. Vol. 1. Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, n.d.
Qāḍī, ‘Abdullāh. Badr se Tabūk Tak. Lahore: Maktabah Quddūsiyyah, 1994.
Shāhīn, ‘Alī Muḥammad. Tārīkh-i Islām. Karachi: Maktabah Farīdī, Wafāqī Urdū College, 2000.
Shakīl, Miṣbāḥ al-Dīn Shāh. Sīrat-i Aḥmad-i Mujtabā. Vols. 2–3. Karachi: Pakistan State Oil Company, 1996.
Ṣiddīqī, Yāsīn Maẓhar. "‘Ahd-i Nabawī meṉ Tanẓīm-i Riyāsat wa Ḥukūmat." In Nuqūsh: Rasūl Nambar, edited by Muḥammad Ṭufayl, 5:377. Lahore: Idārah-i Farogh-i Urdū, 1982.